7/34

هفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۱ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

نا ظفر علی خاں مرحوم

سلفِ صالحین

وہ مسلمان کہاں اگلے زمانے والے
گردنیں قیصر و کسریٰ کی جھکانے والے

امتیاز ابیض و اسود کا مٹانے والے
سبق انساں کو اخوت کا پڑھانے والے

بات کیا تھی کہ روما سے نہ ایراں دبے
چند بے ترتیب اونٹوں کے چرانے والے

بھید کیا تھا کہ جو آپس میں ملے تھے نہ کبھی
ہو گئے مشرق و مغرب کے ملانے والے

جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکا
بن گئے خاک کو اکسیر بنانے والے

پیشوائی کو نکل آئی خدائی ساری
گھر سے نکلے جو محمدؐ کے گھرانے والے

خُم و خمخانہ بھی ہے، مُہر و نشاں بھی ہے، وہی
نہیں ملتے ہیں مگر خُم کے لُنڈھانے والے

وہی نیساں ہے گُہر ریز ابھی تک لیکن
نظر آتے نہیں گوہر کے لُٹانے والے

کیا سکھاتے ہیں تمدّن کی حقیقت ہم کو
آج قرآں کی دولت کے چُرانے والے

فیض کس کا ہے یہ اس پر بھی کبھی غور کریں
اپنی تہذیب کا افسانہ سنانے والے

بادشاہی میں فقیری کا چلن رکھتے ہیں
دوش پر بار امانت کا اٹھانے والے

نہ دبے ہیں کبھی باطل سے نہ دب سکتے ہیں
گردنیں اللہ کے رستے میں کٹانے والے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۷ — ۱۴؍رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۲؍دسمبر ۱۹۶۱ء — شمارہ ۳۴

محکمہ تعلیم و محکمہ جیل خانجات کا منظور شدہ

اس شمارہ میں

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

سالانہ۔ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے

سہ ماہی۔ تین روپے — فی پرچہ ۲۵ پیسے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

چٹ پر سُرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونیکی نشانی ہے

اداریہ

نزلہ برانداِم ضعیف۔ علماء کرام پر غصہ

کہتے ہیں۔ ایک شخص نے کسی جن کو مسخر کر لیا تھا۔ جب کبھی ضرورت پیش آتی اس کو بلا لیتا۔ وہ اس کی امداد کرتا۔ ایک بار اُسے کسی قصائی نے تکلیف دی۔ اس نے اپنے جن کو بلا لیا۔ اس نے کہا۔ حضور کیا حکم ہے۔ کہا جاؤ اور اس قصائی کو دو چار لاتیں رسید کردو۔ وہ گیا اور ایک جولاہا بھائی کھڈی میں بیٹھا کپڑا بن رہا تھا۔ اس کو دو چار رسید کر کے آگیا۔ اور بڑے فخر سے کہنے لگا۔ اس جولاہے کو خوب پیٹ آیا ہوں۔ اس نے کہا ارے بھائی اس قصائی کی خبر لو۔ اس نے کہا ابھی جاتا ہوں اور کھڈی میں اس پارچہ باف کو الٹا کر کے خوب پیٹتا ہوں۔ وہ شخص اسے قصائی کی طرف متوجہ کرتا۔ مگر جن پارچہ باف کی طرف لپکتا بات یہ تھی۔ کہ قصائی کے پاس چھرا تھا۔ اُدھر جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ تو بے چارے بیگناہ جولاہے پر نزلہ گرتا۔ آج کل بعض اخباروں اور مضمون نگاروں نے یہی رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ ملک میں عیسائی فتنے کا چرچا ہے۔ ایسی ابتلائیں آیا ہی کرتی ہیں۔ مگر اہل حق تمام ممکن ذرائع اختیار کر کے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے باطل کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان پر بقدر وسعت سحر طاقت حصہ لینا فرض ہوتا ہے۔ چاہے عوام ہوں یا علماء چاہے مشائخ ہوں یا امراء چاہے رعایا ہو یا حکومت۔ بلکہ سب سے زیادہ ذمہ داری اسلامی حکومت اور مسلمان حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ صاحب اقتدار و اختیار ہوتا ہے۔ اور وہ جو حفاظت اسلام کے لئے جو حکم دے اور کتاب و سنت کی روشنی میں جو آرڈر نافذ کرے اس کی اطاعت رعایا فرض ہو جاتی ہے۔ اور رعایا پر کا بھی فرض ہوتا ہے۔ کہ اگر اوپر کے طبقہ میں کوئی دینی کمزوری ہو رہی ہو۔ تو اس کو از راہِ خیر خواہی و ہمدردی نیک نیتی سے مطلع کرے اور اگر غلطی بڑی ہو تو۔ سوائے اس کے کہ فساد و انتشار پھیلائے۔ حق کی آواز بلند کرتی رہے۔ اور اس سلسلہ میں جو کلفتیں اور دقتیں پیش آئیں ان کو برداشت کرے۔ مخالفت او عداوت مقصود نہ ہو نہ کوئی خود غرضی پیش نظر ہو۔

ایسے وقت پر علماء پر سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حکومت کو متوجہ کریں۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے۔ کہ علماء حق نے ہمیشہ اولی الامر کے سامنے حق کہا۔ اور حدود کی رعایت رکھتے ہوئے ہر تکلیف برداشت کی۔ مگر بغاوت اور فساد نہیں مچایا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالےٰ کی حق گوئی اور شہادت ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا جہانگیر (بادشاہ) کے حکم سے تین سال گوالیار کے قلعہ میں بند ہونا حق پر قائم رہنا اور حکومت کے خلاف قدم نہ اٹھانا سب کو معلوم ہے۔ ماہ اکتوبر میں نظام العلماء مغربی پاکستان کا اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں ایک قرار داد میں اپنی حکومت سے مطالبہ

کیا گیا۔ کہ حکومت فتنہ عیسائیت کا انسداد کرے۔ اس کا یہ معنی نہیں تھا۔ کہ علماء نے صرف اتنے پر اکتفاء کیا یا ان کے سامنے اور لائحہ عمل نہیں ہے۔ چنانچہ الحمد للہ علماء حق ہر جگہ تبلیغی اور دفاعی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ عافیت پسندوں کو کیا معلوم ہے۔ کہ علماء کرام پر کیا گزر رہی ہے۔ یہ علماء حق فتنہ ارتداد کے مقابلہ میں سینہ سپر ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت میں سرگرم عمل ہیں۔ ناموس صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم کے مورچہ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ عیسائیوں کے حملوں کا جواب دے رہے ہیں۔ شرک و بدعات کے حملوں کو روک رہے ہیں انکار حدیث کا رد کر رہے ہیں الحاد و دہریت اور کیمونزم کا راستہ روکے ہوئے ہیں۔ تقریباً ہر چھوٹے بڑے عالم کو اپنے ماحول میں کسی نہ کسی طرح اور کسی نہ کسی باطل سے مقابلہ ہے۔ سارے ملک میں ہر طرح کی بے دینی بے حیائی اور لا مذہبیت سے برسرپیکار ہیں۔ حکومت وقت کے احکام و قوانین کا بھی لحاظ کرنا پڑ رہا ہے۔ کہیں کہیں اس کی زد میں بھی آ جاتے ہیں۔ اور ان تمام دینی خدمات کا سرچشمہ دینی اور عربی مدارس ہیں۔ جہاں سے سینکڑوں علماء سالانہ فارغ ہوکر حق کی اشاعت اور باطل کے دفاع میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ مدارس دینی عربی اسلام کی پنیری ہیں۔ یہ نہ ہوتے حق کی آواز بلند نہ ہوتی رہتی اور رائے عامہ کا خوف جو علماء کے تابع ہے۔ نہ ہوتا تو کتنے ہی لوگ بالکل مادر پدر آزاد ہوجاتے آج انکی یورپین تہذیب اور مغرب کی لعنتی خصوصیتوں کے وہی لوگ مخالف ہیں۔ جو ان مدارس کے فارغ التحصیل یا ان سے وابستہ ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ آج ہر باطل کا پہلا حملہ علماء کرام پر ہوتا ہے اور یہ سخت جان سب کے حملوں کو برداشت کرتے حتی کہ نادان دوستوں سے بھی اذیتیں اٹھاتے ہیں یہ کام نہ کالج والے کر رہے ہیں۔ اور نہ ارباب ثروت ہی کوئی زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ بلکہ اگر علماء کرام ہر جگہ سے آوازیں بلند نہ کرتے تو عیسائیت اندر ہی اندر مسلمانوں کو کھا جاتی۔ نظام العلماء نے اس سلسلہ میں کام شروع کر دیا ہے۔ وفاق المدارس العربیہ ملتان تیس علماء کی تربیت کے پروگرام کو عملی جامہ پہنا رہی ہے۔ دیہات و قصبات میں ہرجگہ علماء مسلمانوں کو سمجھا رہے ہیں

بعض اخبارات اور بعض لیڈر قسم کے آدمیوں نے نزلہ براندام ضعیف پر عمل کرتے ہوئے مدارس عربیہ کو خوب کوسا ہے۔ کہ ان کی کیا ضرورت ہے۔ یہ لاکھوں روپے کا ہے کو خرچ کرتے ہیں۔ ان کو کل کی بجائے آج ہی بند کردینا چاہئے۔ انہوں نے حکومت سے کیوں مطالبہ کیا۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ یہ علماء کا اپنا کام ہے یہ کیوں اتفاق نہیں کرتے کیوں گاؤں گاؤں نہیں پہنچ جاتے۔ اور عیسائی پادریوں سے سبق کیوں نہیں سیکھتے۔ وغیرہ وغیرہ ان مضامین کا صرف یہی فائدہ ہوسکتا ہے۔ کہ عوام اور خواندہ طبقہ کی نظروں میں علماء اور مدارس عربی بیکار اور نکھٹو ثابت ہوں۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہو جائے تو پادریوں کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہوں گی۔ حکومت کو متوجہ نہ کریں۔ علماء و مدارس عربیہ کا وقار ختم ہو جائے۔ تو مسٹر برادری تو یہ کام کرنے سے رہی اس سلسلہ میں مرزائیوں کی تعریف کرنا بھی شکوک.......... و شبہات پیدا کرنا ہے۔ علماء نہ روس سے تعلق رکھتے ہیں نہ امریکہ کو راضی رکھنے کے خواہاں ہیں علماء کو دین کا کام اپنے مسلم عوام کے تعاون سے خود کرنا ہے۔ یا اپنی حکومت کو متوجہ کرنا ہے۔

حکومت سے کچھ نہ کہنا اور علماء اور مدارس عربیہ پر برسنا اگر اس جن کے فلسفے کو اپنانا ہے۔ تو نہایت افسوسناک ہے۔ ان اخباروں نے یہ بھی لکھا ہے رکہ حکومت کے سامنے دفاعی اور اقتصادی وجوہ و اسباب کی مجبوریاں بھی ہیں۔ مصطفے کمال پاشا نے ضرور کچھ پابندیاں عائد کی تھیں مگر تب جب کہ...... اس نے مغربی ممالک سے گلو خلاصی حاصل کرلی تھی۔ اسی طرح نہرو نے بھی کچھ پابندیاں عائد کیں۔ جن کی وجہ سے بہت سے عیسائی ادارے بند ہوگئے) ہمیں اس بیان سے بڑا افسوس ہؤا۔ اس سے یہ بو آتی ہے۔ کہ ہماری حکومت غیرملکی امداد و تعلقات کی وجہ سے مسلمانوں کے عیسائی اور کافر ہونے کے خلاف کچھ کرنے سے مجبور ہے۔

یہ ہماری حکومت کے خلاف بدترین اور گھناونا الزام ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہماری حکومت گندم یا دفاع کے سودے میں ایمان و اسلام جیسی جنس کا بھی خیال نہ کرے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ آپ جیسے منطقیوں کا پروپگنڈا ملک کے اندر رہنے والے حکام کو بھی متاثر کر دیتا ہے۔ کہ یہاں تبلیغ بند ہوئی تو اُن ممالک میں اسلام کی تبلیغ بھی بند ہو جائیگی اسی طرح بعض خر دماغوں کا یہ پروپگنڈا بھی موثر ہو جاتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین کہ دین میں کوئی جبرو نہیں ہے۔

بلکہ جو شخص جو مذہب چاہے اختیار کرے اور جو شخص چاہے اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے۔ چاہے وہ عقیدہ کفر ہی کا ہو۔ کیا اس طرح کی باتیں گزشتہ وزارت نے ملکی دستور کے بنیادی حقوق میں درج نہیں کی تھیں۔ اور کیا بعض حلقوں نے اس کی تائید نہیں کی تھی۔ جب یہ حال ہے۔ تو ہماری حکومت کے بعض افسروں کا متاثر ہونا بھی ممکن ہے علماء کرام کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی حکومت کے سامنے اسلام کے صحیح تقاضوں اور اللہ تعالے کی مدد ملنے کے تمام اسباب کو رکھے۔ اور اپنے ملک کو ان تمام مفاسد سے بچانے کے لئے کوشاں رہیں۔ جن سے اللہ تعالے کی ناراضگی اور عذاب کا خطرہ ہو۔

عیسائی پادریوں کی مثال بیان کرتے وقت خدا جانے یہ اس

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۶ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۱ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

ہر حق دار کو اس کا حق پہنچاؤ

میں سب حضرات کو خوشخبری سناتا ہوں ۔ کہ جو کوئی بھی اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مجلس ذکر میں شامل ہوتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ اُسے بخش دیتے ہیں ۔ فضیلت ذکر والی حدیث کئی مرتبہ سنا چکا ہوں ۔

میرا معمول ہے کہ مجلس ذکر کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں آپ حضرات کو دوزخ سے بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں ۔

آج ایک بہت بڑی غلطی سے جس سے تقریبًا سب غافل ہیں ۔ متنبہ کرتا ہوں ۔ وہ غلطی یہ ہے ۔ کہ حق داروں کے حقوق کی ادائیگی نہیں کرتے ۔

سارے قرآن مجید کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر حقدار کو اس کا حق پہنچاؤ انسان کے ذمہ جتنے بھی حقوق ہیں ۔ اُن سب کو ادا کرنا اُس پر فرض ہے ۔ کسی ایک کا حق بھی ادا نہ کیا گیا ۔ تو انسان دوزخ میں جائیگا ۔ انسان کے ذمہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں

دوسرے نمبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ہیں ۔

تیسرے نمبر پر ماں باپ ۔ اولاد ۔ بیوی اور دوسرے رشتے داروں کے حقوق ہیں ۔

اللہ تعالےٰ کے حقوق یہ ہیں ۔

کلمہ طیبہ پڑھنا ۔ نماز پڑھنا روزہ رکھنا زکوٰۃ دینا ۔ اور حج ادا کرنا ۔ اسلام کی بنیاد ان ہی پانچ چیزوں پر ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق یہ ہیں ۔ کہ اُن کے نقش قدم پر چلا جائے ۔ ہر ایک کام میں اُن ہی کی راہنمائی حاصل کی جائے ۔ اُنہوں نے جس طرح دنیا میں رہنے اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کے طریقے بتائے ۔ اُسی طرح پر زندگی بسر کی جائے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات و فرامین کو برحق مانا جائے ۔

ماں باپ کے حقوق یہ ہیں ۔ کہ اُن کی اطاعت اور خدمت کی جائے ۔ اگر وہ بوڑھے ہوگئے ہیں ۔ تو اُن کو بالکل نہ جھڑکے ۔ اگر خود کو بھوکا رہنا پڑے تو رہے ۔ مگر والدین کو بھوکا نہ رہنے دے ۔ اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے ۔

اب اگر کوئی نماز پانچ وقت کی پڑھتا ہے ۔ روزے رکھتا ہے ۔ لیکن والدین کو ستاتا ہے ۔ تو وہ سیدھا دوزخ میں جائے گا ۔

کیونکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔

وَمَا جَنَّتُکَ وَمَا نَارُکَ

ماں باپ ہی تیرے لئے جنت ہیں اور ماں باپ ہی تیرے لئے دوزخ ہیں ۔ یعنی اگر والدین کی دُعا لوگے ۔ تو جنت میں جاؤگے ۔ اگر بددعا لوگے تو دوزخ میں جاؤگے ۔

اگر کوئی شخص والدین کی اطاعت کرے ۔ اُنہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے ۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے حقوق ادا نہ کرے ۔ تو وہ بھی دوزخ میں جائے گا ۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے ۔ کہ

مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ

جس نے ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑی پس وہ کافر ہوگیا ۔

میں ذمہ داری سے کہتا ہوں ۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حقوق ادا نہ کرنے والا سیدھا دوزخ میں جائے گا ۔

راب اگر کوئی بڑے سے بڑا ہی کیوں نہ ہو ۔ غرض جو ۵ وقت کی نماز نہیں پڑھتا وہ کفر کرتا ہے ، خواہ اُس کا نام محمد دین ۔ اللہ دتا اجمل خان ہو ۔

کیا میں تم کو حق سنانے سے ڈر جاؤں گا ؟ میں تم سے مانگ کر نہیں کھاتا ۔ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں اللہ تعالےٰ کا محتاج ہوں ۔ اس لئے تم کو صاف صاف باتیں سناتا ہوں تاکہ تم سنبھل جاؤ ۔ اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ ۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو ۔ اُن کو ادا کرکے اللہ تعالےٰ کو خوش کرو ۔ اور دوزخ سے بچ جاؤ ۔ مجھے تمہاری بالکل پرواہ نہیں ۔ میں قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کی ذات کو تمہارے اعتراضات سے بَری کرانا چاہتا ہوں ۔ تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو ۔

رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِیْرٍ

کہ یا اللہ تیرا کوئی بندہ ہمیں ڈرانے کے لئے نہیں آیا تھا ۔

اگر تم سب کے حقوق ادا کروگے تو بچ جاؤگے ۔ ورنہ مارے جاؤگے ۔ ایک آدمی کی سب سے پیاری ہے گھر سے باہر ہر ایک سے اچھی طرح ملتا ہے ۔ مگر گھر میں آکر بیوی کو تنگ کرتا ہے ۔ اُس کو معمولی غلطی پر بہت دُکھ دیتا ہے ۔ یا خود ہوٹلوں میں کھانا کھاتا ہے ۔ اور بیوی کو ہم آنے دے دیتا ہے ۔ کہ پکوڑے کھا لینا ۔ یا دال پکا لینا ۔

تو یاد رکھو ۔ کہ اُس بیچاری مظلوم کی آہ اللہ تعالےٰ جلدی سے منظور فرمائیں گے ۔ اور تمہاری آخرت کی زندگی ذلیل ہو جائے گی ۔ بیوی کے حقوق یہ ہیں کہ اُس کو خوش رکھا جائے ۔ اُس کو دینی تعلیم دی جائے اگر اُس کے والدین نے اُس کو نمازی نہیں بنایا ۔ قرآن نہیں پڑھایا تو تم اسے نمازی بناؤ ۔ قرآن کی

تعلیم دو ۔ اگر بیوی بے نماز رہی۔ تو اُس کا گناہ بھی تمہارے ذمہ ہے ۔

اللہ تعالےٰ نے اولاد اس لئے دی ہے ۔ کہ اُس کو قانون الٰہی سکھاؤ ۔ نہ کہ غیر اللہ کے قانون کو رٹاؤ ۔ آج کل اکثر لوگ اپنی اولاد کو کالجیٹ بناتے ہیں ۔ اگر ماں باپ کی تربیت اچھی ہو تو بڑے بڑے عالم با خدا ۔ اولیاء اللہ پیدا ہوسکتے ہیں ۔ ماں باپ بچوں کو دین سیکھنے کے لئے مجبور کر سکتے ہیں ۔ اگر اولاد دیندار بنے گی ۔ نیک کام کرے گی ۔ تو والدین کو اُس کا ثواب ہوگا ۔ اور یہی اولاد قیامت کے دن باعث نجات ہوگی ۔

اگر اولاد کو انگریزی تعلیم دی لیکن دین سے بالکل جاہل رکھا ۔ نمازی نہ بنایا ۔ قرآن مجید کی تعلیم نہ دی ۔ تو یاد رکھو ۔ کہ جتنے بھی وہ گناہ کرے گی ۔ اُن سب کا گناہ ماں باپ کے ذمہ ہوگا ۔ کیونکہ والدین کا فرض تھا ۔ اُن کی صحیح تربیت کرتی اور یہی اولاد گناہوں کی وجہ سے جب یہ دوزخ میں جائے گی تو کہے گی رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ○

ترجمہ ۔ اے ہمارے رب ہم نے اپنے بڑوں اور بزرگوں (والدین) کا کہا مانا ۔ پس اُنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ۔ (یعنی تیرے دین کی تعلیم نہ دی) اے ہمارے رب ہمارے ماں باپ کو دگنا عذاب دے اور اُن پر بڑی لعنت بھیج ۔ (کیونکہ اُنہوں نے کالج میں پڑھایا مگر تیرے دین کا راستہ نہ دکھایا) قیامت کے دن اولاد کی بددعا ماں باپ کے حق میں ضرور قبول ہوگی کیونکہ اولاد کا دوزخ میں جانے کا سبب ماں باپ بنے ۔

کئی آدمی جانوروں پر بہت ظلم کرتے ہیں ۔ گائے ۔ بکری ۔ بھینس ۔ گھوڑے وغیرہ رکھے ہوئے ہیں لیکن اُن کو کھانے پینے کے لئے بہت کم دیتے ہیں ۔ اور بعض دفعہ بالکل نہیں دیتے ۔ اُن سے کام بہت لیتے ہیں ۔ لیکن اُن کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتے ۔ جانوروں کے حقوق ادا نہ کرنے والا انسان بھی مجرم ہے بعض لوگ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں ۔ یعنی روٹی ملنے پر خدا تعالےٰ کو بھول جاتے ہیں ۔

دنیا میں تقریباً ہر ایک انسان کوئی کہیں پھنسا ہوا ہے ۔ کوئی کہیں بہت کم اللہ کے بندے ہیں ۔ جو تمام حقوق کو ادا کرتے ہیں ۔ اگر اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے کے وقت ہمیں ہماری ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے ۔ تو کوئی انسان دنیا میں آنا پسند نہ کرتا اللہ تعالےٰ ہم سب کو حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ایک ہی طریقہ ہے ۔ ان حقوق کو نبھانے کا وہ یہ کہ خوف خدا اور ایمان کامل ہو ۔

یہ دونوں چیزیں ۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت ۔ ذکر کی کثرت اور علماء کرام کے پاس بیٹھ کر قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے اور بزرگان دین کی صحبت اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہیں ۔

اب بھی وقت ہے ۔ کہ آپ اپنی اصلاح کرلیں ۔ خود اگر دین کی تعلیم حاصل نہیں کی ۔ تو کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں ۔ علماء کرام سے پوچھ کر زندگی بسر کریں ۔ اور اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلائیں ۔ اگر آپ کے والدین نے آپ کو دین نہیں سکھایا ۔ تو آپ اپنے آپ کو اور والدین کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے حقوق کو ادا کریں ۔ اپنی اور اپنی اولاد کی تربیت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اختیار کریں کسی مزدور کی مزدوری کم نہ دیں ہر ایک سے اچھی طرح سلوک کرکے اُن کی دعائیں لیں ۔ اور اللہ تعالےٰ کی رحمت کے مستحق بنیں ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ایمان کامل عطا فرمائے ۔ اور خاتمہ ایمان پر جنت میں پہنچائے ۔ اور دوزخ سے بچائے (آمین یا الہ العالمین)

اقتصاد

مولانا ظفر علی خاں مرحوم

ازبسکہ فکر ہے مجھے سب کے مفاد کی — تعلیم دے رہا ہوں میں سب کو جہاد کی
درسِ نفاق کا جو دیا شیخ وشباب کو — اُٹھی گلی گلی سے صدا زندہ باد کی
بغض و نفاق وکینہ سے سینے ہوئے ہیں پاک — جڑ کاٹنے چلا ہوں میں نخلِ فساد کی
اب آسماں بھی آنے لگا میری راہ پر — پارینہ داستاں ہوئی اُس کے عناد کی
اسلام کے جلال کا پرچم ہوا بلند — بستی اُلٹ گئی ہے ثمود اور عاد کی
اب بدگمانیوں کا زمانہ نہیں رہا — حاجت ہے ایک دوسرے پر اعتماد کی
محکم بِنا اسی سے ہے قصرِ فرنگ کی
تو بھی کر اُستوار اساس اقتصاد کی

خطبہ یوم الجمعۃ ۷ر رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۱ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

(۱) آخرت میں مال کی فراوانی یا اولاد کی کثرت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے

(۲) ہاں جو شخص نیک عمل زیادہ کر کے دنیا سے آیا ہو گا اس کی عزت ہو گی

ثبوت نمبر اوّل

یعنی گزشتہ عنوان کے نمبر اوّل کا کتاب اللہ (یعنی قرآن مجید) سے ثبوت

قولہ تعالیٰ (اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا) (سورۃ الکہف رکوع ۶ پارہ ۱۵)

ترجمہ۔ مال اور اولاد تو دنیا کی زندگی کی رونق ہیں۔

یعنی

بعض لوگوں کو اپنے مال کی کثرت کا دل میں گھمنڈ ہوتا ہے۔ کہ مجھے ہر مصیبت سے بچانے کے لئے مال کی کثرت کام آئے گی۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں کوئی مالدار اپنے مال کی کثرت کے باعث نجات نہیں پائے گا کہ یہ آدمی بڑا مالدار ہے۔ اس لئے اس کو باوجود مجرم ہونے کے سزا سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔

دوسری غلطی

یہ ہوتی ہے۔ کہ میرا خاندان بڑا ہے میرا کوئی کچھ کیا بگاڑ سکتا ہے۔ مثلاً میرے سات تو بیٹے ہیں۔ اور ہر ایک بیٹے کے ہاں پانچ پانچ میرے پوتے ہیں۔ اور سب بڑے بڑے لحیم شحیم ہیں۔ گویا کہ میرے بیٹے اور پوتوں کی تعداد بیالیس ہے۔ میری اس حالت میں کوئی مخالفت کر سکتا ہے۔

کیا اس اولاد کے فریب خوردہ انسان کو

یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کو کسی کے تباہ کرنے کے لئے لشکر نہیں لانے پڑتے۔ بلکہ اس کا کلمۂ کُن کہنا کسی بھی جابر اور قاہر انسان کے تباہ کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

چنانچہ

اس کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن مجید میں اعلان ہے

(اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ)

(سورۃ یٰس رکوع ۵ پارہ ۲۳)

ترجمہ۔ سوائے اس کے نہیں ہوتا حکم اس کا جب کسی چیز کو کرنا چاہے۔ فرماتا ہے۔ کہ ہو پس ہو جاتی ہے۔

لہذا

جابر سے جابر انسان اور بڑے سے بڑے ظالم کو اللہ تعالےٰ کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ کسی بھی کام کرنے کے لئے اسے دیر نہیں لگتی۔

بلکہ

کلمہ کن کہنا کافی ہوتا ہے۔ اور وہ کام ہو جاتا ہے۔

لہذا

چند سیکنڈ میں وہ عزیز کو ذلیل کر سکتا ہے۔ اور قوی کو ضعیف کر سکتا ہے۔

پہلے

عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ عذاب الٰہی سے بچانے کے لئے قیامت کے دن مال کی بہتات یا اولاد کی کثرت کام نہ آئے گی۔

اب

عرض کیا جاتا ہے۔ کہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ پہلی قلب سلیم۔ دوسری تقویٰ۔

اس کا ثبوت

(یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝)

(سورۃ الشعراء رکوع ۵ پارہ ۱۹)

ترجمہ۔ جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی۔ مگر جو اللہ تعالےٰ کے پاس پاک

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تسبیح۔ تحمید۔ تہلیل اور تکبیر کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ ایک دن میں سو مرتبہ کہا اس کے گناہ دور کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ ہوں وہ دریا کے جھاگ کے برابر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ وَحِیْنَ یُمْسِیْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ مِائَۃَ مَرَّۃٍ لَمْ یَاْتِ اَحَدٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِہٖ اِلَّا اَحَدٌ قَالَ اَوْزَادَ عَلَیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص صبح و شام سو سو مرتبہ کہے سبحان اللہ وبحمدہ۔ تو قیامت کے دن اس شخص کے عمل سے بہتر کسی کا عمل نہ ہوگا۔ مگر وہ شخص جس نے اسی کے مانند یا اس سے زیادہ کہا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو کلمے ہیں زبان سے کہنے میں ہلکے لیکن اعمال کی ترازو میں بھاری اور بخشنے والے خدا کے نزدیک بہت پیارے (اور وہ یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّکْسِبَ کُلَّ یَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَۃٍ فَسَاَلَہٗ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِہٖ کَیْفَ یَکْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَۃٍ قَالَ یُسَبِّحُ مِائَۃَ تَسْبِیْحَۃٍ فَیُکْتَبُ لَہٗ اَلْفُ حَسَنَۃٍ اَوْ یُحَطُّ عَنْہُ اَلْفُ خَطِیْئَۃٍ۔

ترجمہ۔ حضرت سعد بن وقاصؓ کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اتنی قدرت نہیں رکھتا۔ کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں حاصل کرے جو لوگ اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس میں سے کسی نے پوچھا۔ کیونکر ہم میں سے کوئی شخص ہزار نیکیاں روزانہ حاصل کرے۔ آپؐ نے فرمایا سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھے اس کے حساب میں ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے ہزار گناہ دور کئے جاویں گے۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ان کلمات کو سو مرتبہ دن میں کہے اس کو ۱۰ غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور ۱۰۰ نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے ۱۰۰ گناہ مٹا ڈالے جائیں گے۔ اور وہ اس روز شام تک شیطان سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن کوئی شخص اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے ان کلمات کو اس سے زیادہ پڑھا۔ اور وہ کلمات یہ ہیں۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر یعنی خدا کے سوا کوئی معبود عبادت کے قابل نہیں ہے وہ یکتا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ ملک اور بادشاہی اس کی ہے۔ اور اسی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (بخاری مسلم)

بقیہ خطبہ

دل لے کر آیا۔ اور پرہیزگاروں کے لئے جنت قریب لائی جائے گی۔

حاصل

اس آیت کا وہی نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جب مر کر جائیں گے۔ تو کسی کا بہت بڑا مالدار ہونا۔ یا بہت زیادہ صاحب اولاد ہونا نفع نہیں دے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے رعب میں آجائے۔ اور ان سے حساب کتاب زندگی کا نہ لے۔ یہ خیال غلط ہے۔ بلکہ یہ حساب ہوگا۔ کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے فرامین کی کہاں تک عزت کی۔ اور کتنا عمل صالح کرکے آئے۔ یعنی جن اعمال میں محض رضا الٰہی مطلوب تھی۔ وہ کتنے ہیں وما علینا الا البلاغ۔

جو کچھ میں نے قرآن شریف سے عرض کیا ہے

سب سچ ہے

اعلان الٰہی ملاحظہ ہو

قولہ تعالیٰ: اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

(سورۃ یونس رکوع ۶ پارہ ۱۱)

ترجمہ۔ خبردار بیشک اللہ (تعالیٰ) کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

ایم عبدالرحمٰن (لودھیانوی) بی۔ اے۔ بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

اسلام اور جہاد

تانسوزی ورتنورے چوں خلیل　　کے بیابی نصرتِ ربِ جلیل

معنیٔ جہاد

اسلامی اصطلاح میں جہاد کی تعریف یہ ہے کہ اپنے قومی مفاد کے حفظ و بقا، امن پسند رعایا کی جان و مال اور عزت کے بچانے میں فوج محمدی جس کا ہر مسلمان سپاہی ہے اپنی جانیں پیش کرے۔

جہاد کے معنی اپنی پوری پوری طاقت کے ساتھ اللہ کی راہ میں کوشش کرنے کے ہیں۔ کسی وقت بھی ہمت نہ ہارنا، بزدل نہ بننا، پیٹھ نہ دکھانا اور اپنا فرض ادا کرتے ہوئے میدان میں کھڑے رہ کر جان دے دینا۔

اسلام نے جہاد کو تمام حقوق اللہ پر مقدم رکھا ہے اور اس حکم کو باقی تمام احکام پر فضیلت و ترجیح دینے کی غرض صاف ہے۔ کیونکہ جب تک کسی مملکت سے فتنہ و فساد کی بیخ کنی کر کے اس میں صلح و آشتی اور اطاعت و متابعت کا بیج نہ بویا جائے۔ اُس وقت تک وہاں انتظام رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

مقصدِ جہاد

جہاد سے خونریزی مراد نہیں ہے بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ اور دفعِ فتنہ مقصود ہے اگر بدوں خونریزی یہ مقصد حاصل ہو جائے تو خواہ مخواہ خون بہانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کے دین کو بلند کرنے اور غالب کرنے کی غرض سے مظلوم مسلمانوں کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑانے اور خلاصی دلانے کی وجہ سے مسلمانوں کو کافروں سے لڑانا بلاتامّل ضروری ہوا۔ نیز اگر کوئی جماعت مسلمان ہونے کے باوجود نماز، زکوٰۃ یا اسلام کے کسی قطعی حکم کے ماننے سے انکار کرے تو اس سے ضرور ضرور قتال کیا جائے گا۔ کافروں سے لڑائی اس لئے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور وہ کسی کو دین سے گمراہ نہ کر سکیں۔ اور خاص اللہ ہی کا حکم جاری رہے۔

بہر حال جہاد و قتال کا اوّلین مقصد یہ ہے کہ اہل اسلام مامون و مطمئن ہو کر خدا کی عبادت کر سکیں اور دولتِ ایمان و توحید کفار کے ہاتھوں سے محفوظ ہو۔ جہاد کا آخری مقصد یہ ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے حکم اکیلے خدا کا چلے۔ دینِ حق سب ادیان پر غالب آ جائے۔

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ (جہاد قیامت تک جاری رہے گا) قومی حیات کے لئے جہاد امورِ ضروریّہ میں سے ہے۔ اور اسی بناء پر اسلام نے اسے لازمی کیا ہے۔ تاکہ دنیا میں قانونِ فطرت کی ترویج ہو اور مخالفت کرنے والوں سے جدال و قتال کیا جائے اگر کفّار جزیہ دے کر اسلامی رعایا بننے یا مسلمانوں کے تحت امن میں آ جانے یا باہمی مصالحت اور معاہدہ کی وجہ سے مسلمانوں کو عملاً مطمئن کر دیں کہ وہ اُن کے دین میں رخنہ اندازی نہیں کرینگے تو ایسی اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانا جائز نہیں۔

اجازتِ جہاد

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے، حکم تھا کہ کفّار کی سختیوں پر مسلمان صبر کریں اور اپنے ہاتھ روکے رکھیں چنانچہ انہوں نے کامل تیرہ سال تک سخت زہرہ گداز مظالم کے مقابلہ میں بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جب مدینہ منوّرہ دارالاسلام بن گیا اور مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت ایک مستقل مرکز پر جمع ہو گئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفّار برابر لڑتے رہتے تھے اجازت ہوئی بلکہ حکم ہُوا کہ ظالموں کے مقابلہ میں تلوار اٹھائیں اور اپنی جماعت اور مذہب کی حفاظت کریں۔

مکّہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مشرکین نے جو دردناک اور ہوشربا مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر روا رکھے اور مظلوم مسلمانوں نے جس صبر و استقلال اور معجز نما استقامت و للّٰہیت سے مسلسل تیرہ سال تک ان ہولناک مصائب و نوائب کا تحمل کیا وہ دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ صبر و تحمل کے امتحان کی حد یہ تھی کہ مسلمان مقدس وطن، عزیز و اقارب، اہل و عیال، مال و دولت سب چیزوں کو خیرباد کہہ کر خالص خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی کا راستہ طے کرنے کے لئے گھروں سے نکل پڑے۔ جب مشرکین کا ظلم و تکبّر اور مسلمانوں کی مظلومیت اور بیکسی حد سے گزر گئی۔ ادھر اہل ایمان کے قلوب، وطن و قوم، زن و فرزند، مال و دولت، غرض ہر ایک ماسوائے اللہ کے تعلق سے خالی اور پاک ہو کر محض خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دولتِ توحید و اخلاص سے ایسے بھرپور ہو گئے کہ گویا غیراللہ کی اُن میں گنجائش نہ رہی۔ تب ان مظلوموں کو ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت تین وجوہات کی بناء پر مرحمت فرمائی (۱) یہ کہ مسلمان مظلوم ہیں (۲) یہ کہ مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکالا گیا اور ان کی جائداد و املاک سے

بے دخل کیا گیا۔ (۳) مسلمانوں نے جو معاہدات یہود وغیرہ سے کئے تھے اُن کی خلاف ورزی کی جا رہی تھی اور ملک کے امن و سکون کو تباہ و برباد کیا جا رہا تھا۔ یہ سب سے بڑا جرم تھا۔

تیاریٔ جہاد

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

(پ۱۰ - ع ۴)

ترجمہ:۔ اے مسلمانو! ان کافروں کے لئے جس قدر بھی تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو اُن پر جو اللہ کے اور تمہارے دشمن ہیں۔

اس آیت میں اَعِدُّوْا امر کا صیغہ ہے۔ اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہارا فرض ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ کے لئے ہتھیار وغیرہ تیار رکھو اور جہاں تک طاقت ہو سامانِ جہاد فراہم کرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیراندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامانِ جہاد تھا۔ آج بندوق، پستول، ٹینک، بم، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروزر وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنون حربیہ کا سیکھنا بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامانِ جہاد ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ و آلاتِ حرب و ضرب تیار ہوں انشاء اللہ وہ سب آیت کے منشاء ہیں۔ گھوڑے کی پیشانی میں خدا نے قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی ہے جو شخص گھوڑا جہاد کی نیت سے پالتا ہے اُس کے کھانے پینے بلکہ ہر قدم اُٹھانے میں اجر ملتا ہے اور اس کی خوراک وغیرہ تک قیامت کے دن ترازو میں وزن کی جائیگی۔ یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھانے کا ایک ظاہری سبب ہے۔ باقی فتح و ظفر کا اصلی سبب تو خدا کی مدد ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی جہاد کے لئے گھوڑے پال رکھے تھے۔ سورۃ العادیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کے گھوڑے کی قسم کھائی ہے۔

جہاد کی تیاری میں جس قدر مال خرچ کروگے اُس کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ ایک درہم کے عوض سات سو درہم اور بسا اوقات دنیا میں بھی اس سے کہیں زیادہ معاوضہ مل جاتا ہے۔

راہِ جہاد میں خرچ کرنا اللہ کو قرض دینا ہے۔ جو لوگ جہاد کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں کیونکہ جہاد سے اعراض کا نتیجہ قومی زندگی کی ہلاکت ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(پ ۵ ع ۸)

ترجمہ:۔ سو تُو اللہ کی راہ میں لڑ۔ تُو ذمہ دار نہیں، مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو۔

تفسیر:۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ اگر کافروں کی لڑائی سے یہ منافق اور کچے مسلمان ڈرتے ہیں تو اے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) تو تنہا اپنی ذات سے جہاد کرنے میں توقف مت کر۔ اللہ تعالےٰ تیرا مددگار ہے۔ اور مسلمانوں کو جہاد کی تاکید کر جو ساتھ نہ دے اُس کی پروا مت کر۔

جب یہ حکم نازل ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مَیں ضرور جہاد کے لئے جاتا ہوں اگرچہ میرے ساتھ ایک بھی نہ ہو اور کل ۷۰ ہمراہیوں کے ساتھ بدر صغریٰ کو بغرض جہاد تشریف لے گئے۔ جس کا وعدہ ابوسفیان سے غزوۂ اُحد کے بعد پورا ہوا تھا حق تعالےٰ نے ابوسفیان اور کفار قریش کے دل میں رعب ڈال دیا۔ کوئی مقابلہ میں نہ آیا اور وعدہ سے جھوٹے رہے۔

فرضیّت جہاد

اگر دشمنانِ دین مسلمانوں پر چڑھائی کریں تو مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے۔ ورنہ فرض کفایہ بشرطیکہ جملہ شرائط جہاد جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں پائی جائیں البتہ جن لوگوں سے مسلمان معاہدہ اور مصالحت کر لیں یا ان کے امن اور حفاظت میں آ جائیں۔ تو ان سے لڑائی کرنا یا ان کے مقابلہ میں اُن کے کسی مخالف کو مدد دینا ہرگز مسلمانوں کو جائز نہیں۔

منافق کہتے تھے کہ جہاد میں جان و مال کا نقصان ہے اور ترکِ جہاد میں دونوں کی حفاظت، اور یہ نہ جانا کہ جہاد میں دنیا اور آخرت کے کیا کیا منافع ہیں اور اس کے ترک کرنے میں کیا کیا نقصانات ہیں یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

قریشِ مکّہ کا فتنہ یہ تھا کہ ظلم و تشدّد کے ذریعہ دین و اعتقاد کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ قرآن نے اس کے خلاف جنگ کا حکم دیا۔ پس دفع مظالم کے لئے جنگ ضروری ہوئی۔ نہ کہ دین کی اشاعت کے لئے۔ دین کی اشاعت کے لئے صرف دعوت و تبلیغ ہے۔

جہاد ہمیشہ ضروری نہیں ہے۔ نہ یہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان یک دم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور ہر قوم میں سے ایک جماعت نکلے باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول ہوں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ تو اطرافِ مدینہ کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ اُن پر فوراً چڑھائی کی جائے۔ حضرت عمرؓ اور تمام صحابہؓ نے آپ کی مخالفت کی کہ وہ مسلمان ہیں صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے کیونکر قتل کئے جا سکتے ہیں؟ ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم، مَیں

ضرور اس شخص سے لڑونگا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔ پھر حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ ابوبکرؓ کے دل کو لڑائی کی طرف پھیر دیا ہے اور بات ضرور حق ہے۔ نیز ابوبکرؓ نے مندرجہ ذیل مدعیانِ نبوت سے بھی قتال کیا۔ (۱) مسیلمہ کذاب۔ (۲) اسود عنسی (۳) طلحہ بن خویلد۔ (۴) سجّاع نامی عورت

ملک پر کفّار حملہ آور ہوں تو وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اور اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والوں پر، وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو اُن کے متصل ہوں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ فتح و شکست کا دار و مدار کثرت و قلت پر نہیں بلکہ دلوں کی قوّت پر ہے۔ صابر اور ثابت قدم ہی کامیاب ہوتے ہیں۔

اقسام جہاد

جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں۔ (۱) جہادِ نفس (۲) جہادِ مال (۳) جہادِ زبان (۴) جہادِ علم و دماغ۔ (۵) جہادِ جان۔

"مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبان سے جہاد کرو۔" (ابوداؤد ونسائی)

جہادِ نفس یہ ہے کہ نفسِ امّارہ سے جنگ کی جائے اور اسے بُری خواہشوں، بری عادتوں، ناجائز کاموں اور گناہوں کی باتوں سے روکا جائے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آئے تو فرمایا کہ اب جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر یعنی جہادِ نفس کی طرف واپس آئے ہیں

جہادِ مال یہ ہے کہ دینِ اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی امداد کے لئے اپنا زر و مال قربان کیا جائے۔ مجاہدین کے اہل و عیال کی مدد کریں۔ "جس شخص نے خدا کی راہ میں کسی غازی کا سامان وغیرہ درست کیا۔ لباس، ہتھیار، سواری یا سامانِ خوراک وغیرہ سے امداد کی تو اس نے جہاد کیا اور جس شخص نے کسی غازی کے متعلقین کی اچھی طرح خبرگیری کی تو اس نے بھی جہاد کیا" (بخاری و مسلم)

جو لوگ مسلمانوں کی جان، مال، عزت اور اسلام پر حملہ آور ہوں، اُن کی مدافعت کرنا مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے۔

جہادِ زبان یہ ہے کہ دینِ اسلام کی حمایت اور کلمۂ حق کو بیان کرنے کے لئے ظالم حاکموں اور بادشاہوں کے منہ پر کھری اور سچی سچی باتیں سنا دی جائیں۔

أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ الْجَائِرِ۔ (حدیث)

ترجمہ:۔ سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات کہنا ہے۔

جہادِ علم و دماغ یہ ہے۔ کہ اپنے علم وعقل کی طاقت سے اسلام کے دشمنوں کا بذریعہ تحریر و اشاعت مقابلہ کیا جائے۔

جہادِ جان یہ ہے کہ خدا کے راستہ میں اپنی گردن کٹوا دی جائے یہ جہاد کا سب سے افضل درجہ ہے

فضائل جہاد

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ۔ (پ ۱۰ ع ۵)

ترجمہ:۔ اے نبی! مسلمانوں کو لڑائی کا شوق دلا۔

ارشاداتِ نبوی

۱۔ ایک دفعہ ابوہریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا۔ اس کے بعد کون سا؟ آپ نے فرمایا سب عملوں کی چوٹی یہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

۲۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا خدا خود اس کا ضامن بن جاتا ہے کہ اسے بہشت میں پہنچائے۔ (مشکوٰۃ)

۳۔ ایک حدیث میں ہے۔ کہ بہشت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے نیچے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ ایک دفعہ صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سب لوگوں سے بزرگ آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔

۵۔ حضرت مقدامؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے لئے چھ فضیلتیں ہیں جب وہ دشمنانِ اسلام پر پہلا حملہ کرتا ہے تو اسے بخش دیا جاتا ہے اُسے بہشت کے اندر اپنی جگہ دکھائی جاتی ہے، عذاب قبر معاف کر دیا جاتا ہے اُس کے سر پر عزّت کا ایک ایسا تاج رکھا جاتا ہے جس کے ایک یاقوت کی قیمت تمام کرۂ ارض کی دولتوں سے زیادہ ہے۔ آخری فضیلت یہ ہے کہ قیامت کے دن اُس کی سفارش سے اُس کے ستّر رشتہ دار بخش دئے جائینگے۔ (مشکوٰۃ)

۶۔ حضرت فضالہؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اُس کے عملوں پر مُہر کر دی جاتی ہے لیکن اگر کوئی شخص جہاد کی نیّت سے گھوڑا پالے تو اُس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا اور پھیلتا رہے گا۔ (مشکوٰۃ)

۷۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی روایت ہے کہ اگر کوئی شخص جہاد کرنے کے لئے گھر سے نکلے اور صرف اتنا ہو کہ اُس کے دونوں قدم گرد آلود ہو جائیں تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان غبار آلودہ قدموں پر دوزخ کی آگ حرام ہو گئی۔ (مشکوٰۃ)

۸۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ آنکھ جو لشکرِ اسلام کی حفاظت میں رات کو جاگتی رہی۔ اُس پر دوزخ کی آگ حرام ہو گئی (مشکوٰۃ)

۹۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میدانِ جہاد میں صبح یا شام کے چند گھنٹے صرف کر دینا دنیا وما فیہا سے زیادہ افضل ہیں۔ (مشکوٰۃ)

۱۰۔ اللہ کے راستہ میں اسلامی

سرحدات اور مجاہدین کے مال و اسباب، بیوی بچوں کی حفاظت کے لئے ایک دن پہرہ دینا اور مقامات کے پہرہ دینے کے ہزار دن سے بہتر ہے۔

۱۱- رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ ہر ایک ایسا شخص جو خدا کی راہ میں زخمی ہوا۔ قیامت کے روز اُس ہیئت اور صورت میں آئے گا جو حالت اُس کی اُس دن تھی۔ جس دن وہ زخمی ہوا تھا اُس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہوگا مگر اُس کی بُو مشک جیسی ہوگی (مشکوٰۃ)

۱۲- قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ مجھے یہ بات بہت پیاری ہے۔ کہ مَیں خدا کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں پھر لڑوں تو بھی قتل کر دیا جاؤں اور پھر لڑوں تو بھی قتل کر دیا جاؤں۔ (مشکوٰۃ)

۱۳- اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہو۔ ہر وقت نماز پڑھتا رہتا ہو اور اللہ تعالےٰ کی آیات کا پورا فرمانبردار ہو۔ نہ روزہ سے تھکے نہ نماز سے، یہاں تک جہاد سے واپس آ جائے۔ (مشکوٰۃ)

۱۴- جنت میں داخل ہو جانے کے بعد کوئی شخص دنیا میں آنا پسند نہیں کرے گا اگرچہ اس کو دنیا کی تمام چیزیں دے دی جائیں۔ سوائے شہید کے، کہ وہ دنیا میں واپسی کی تمنا کرے گا تاکہ وہ دنیا میں جا کر دس دفعہ قتل کیا جائے کیونکہ وہ شہادت کے درجات دیکھیگا (مشکوٰۃ)

۱۵- شہید کے تمام گناہ سوائے حقوق العباد کے معاف کر دئے جاتے ہیں۔ شہید کے قتل ہونے سے اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تم میں سے کسی کو پسّو اور مچھر وغیرہ کے کاٹنے سے۔ (مشکوٰۃ)

۱۶- جو شخص اللہ تعالےٰ سے سچے دل سے شہادت کا طلبگار ہوگا اللہ تعالےٰ اس کو شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا۔ اگرچہ وہ اپنے بستر پر اپنی موت مرے۔ (مشکوٰۃ)

عشقِ جہاد

سبحان اللہ! نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں عشقِ الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جس کی مثال کسی قوم و ملّت کی تاریخ میں موجود نہیں۔ مستطیع اور مقدور والے صحابہؓ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ خدا کے راستہ میں لٹانے کو تیار ہیں۔ اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں جن کو مقدور نہیں وہ اسی غم میں رو رو کر جان کھو لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہیں ہوئی۔ کہ اس محبوب حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر سکتے۔

غزوۂ بدر میں شکست کھانے کے بعد کفار مکّہ کا وقار خاک میں مل گیا ان کے ستّر نامور سردار مارے گئے تمام کافروں کی کمریں ٹوٹ گئیں۔

یوم بدر کو قرآن نے یوم الفرقان کہا کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جُدا کر کے دکھلا دیا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کی تعمیر کا سنگ بنیاد اور حکومت الٰہی کی تاسیس کا دیباچہ تھا کافروں کے ستّر جنگجو مارے گئے اور ستّر بہادر گرفتار ہوئے ابوجہل کو دو انصاری نوجوانوں نے ختم کیا۔ مسلمان صرف چودہ شہید ہوئے۔ ایمان، جہاد اور ہجرت پر رحمت کی بشارت تھی۔ رضوان اور خلود فی الجنت کا وعدہ تھا۔ جس نے اللہ کے لئے جان دی وہ اس جہان میں جیتے ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کی خبر اور اس کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ سب صبر کا نتیجہ ہے۔

آدابِ قتال

اے ایمان والو! جب تمہیں کفار کی کسی جماعت سے جہاد میں مقابلہ کا اتفاق ہُوا کرے۔ تو ثابت قدم رہو۔ مت بھاگو، جہاد سے بھاگنا حرام ہے۔ اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو۔ لڑائی کے تمام امور میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کا لحاظ کیا کرو۔ اپنے امام سے اور آپس میں نزاع مت کرو۔ ورنہ باہمی نااتفاقی سے کم ہمت ہو جاؤ گے۔ قوتیں منتشر ہو جائیں گی ایک کو دوسرے پر یقین نہیں رہیگا اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے۔ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اگر کوئی ناگوار امر پیش آئے تو اس پر صبر کرو۔ نیت خالص رکھو۔ لڑائی میں نابالغ بچے، عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں۔ ملک گیری کی ہوس میں خون نہ بہایا جائے۔

اگر آج بھی مسلمان بھولے ہوئے سبق وحدت کو پھر یاد کر لیں۔ رضائے الٰہی کی خاطر ہر قربانی و جہاد کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام اُن کی پشت پناہی کے لئے ہر میدان میں مدد کرنے کو تیار ہے اُن کی ذلّت کو عزت اور پستی کو سرفرازی سے بدلنے کو موجود ہے۔

دنیا سے سدھارے گا۔ سب ٹھاٹھ باٹ کو یہیں چھوڑے گا۔ اور بےکسی اور بےبسی کی حالت میں دنیا سے اپنا رُخ پھیر کر آخرت کی طرف منہ موڑے گا۔ اگر اس وقت تیرے ساتھ سامان آخرت ہوگا تو تُو غنیوں کا غنی ہوگا۔ بے نیاز و بے پروا ہوگا۔ اپنے کئے کو اپنے سامنے پائے گا خوشی کے مارے باغ باغ ہوگا۔ اگر تو سامان آخرت سے تہی دست ہو گا تو تُو فقیروں کا فقیر ہوگا۔ محتاجوں کا محتاج ہوگا۔ تیرے بُرے اعمال تیرے سامنے ہوں گے۔ تُو لرزتا اور کانپتا ہوگا کیونکہ مرتے ہی حقیقت کھُل جائے گی نیکی ہو یا بدی سب سامنے آ جائے گی۔ ایسی ہولناکی ہوگی کہ انسان گھبرا کر کہے گا أَيْنَ الْمَفَرُّ (بھاگ کر کہاں چلا جاؤں) جواب ملے گا۔ كَلَّا لَا وَزَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ۔

ترجمہ:۔ نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ تیرے رب تک ہے اس دن ٹھہرنا۔

يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ۔

ترجمہ:۔ خبر دیا جاوے گا اس دن آدمی ساتھ اس چیز کے جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا

غرض اس کا سارا کچا چٹھا اس کو سنا دیا جاوے گا۔ دنیا میں اس کا ایک ایک قدم ضبط تحریر ہوگا۔ اس کا ایک ایک فعل لکھا جا چکا ہوگا۔ فرمان ہے۔ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا۔

ترجمہ:۔ ہم زندہ کریں گے مُردوں کو اور لکھا ہے ہم نے جو آگے بھیجا ہے انہوں نے۔

اے دنیا کے مسافر! ذرا سوچ قدرت کی طرف سے تیری جانچ کیسی کڑی ہے کہ تیری ایک ایک بات لکھی پڑی ہے۔ مگر تیری غفلت کیسی بڑی ہے کہ تجھ کو ہر وقت دنیا ہی کی پڑی ہے۔ لمحہ بہ لمحہ تیری زندگی گھٹ رہی ہے موت تجھ سے قریب آ رہی ہے مگر افسوس کہ تیری امید ہر روز تازہ ہو رہی ہے۔ تُو نے سینکڑوں کو دیکھا ہوگا ہزاروں کو سنا ہوگا۔ اچھے بھلے ہیں یا چلتے پھرتے ہیں۔ ابھی گرے اور ابھی سانس نے جواب دیا۔ زندگی نے ساتھ چھوڑا۔ ابھی زندوں میں تھے ابھی مردوں میں شمار ہُوا۔ کیا یہ واقعات تجھ کو نہیں لرزاتے۔ کیا پتہ جس روز تُو برسوں کے منصوبے باندھ رہا ہو اس روز تیری موت کا حکم قاضی اجل سے صادر ہو چکا ہو۔ کیا علم جس دن تُو اپنے لئے کپڑوں کے جوڑے سِلوا رہا ہو اُسی دن تیرے لئے کفن پہننا مقدّر ہو چکا ہو۔ کیا پتہ جس روز تو اپنا پختہ مکان بنوا رہا ہو اُسی روز تیری قبر کھودے جانے کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ لہذا اے غافل انسان تو ایسے اچانک خطرات میں گھرا ہے اور پھر بھی بے دھڑک چل رہا ہے یہ کیا غضب کر رہا ہے۔ دیکھ سنبھل آگے کی سوچ۔ وہاں کی بنا یہاں کی چھوڑ۔ تیرا قدم اس عالم کی طرف اٹھ رہا ہے جس کی ترجمانی اللہ تعالٰے نے یوم الحسرۃ سے کی ہے کہ اُس دن حسرت و ندامت ہے۔ پچھتاوا اور افسوس ہے بد تو بد نیک بھی حسرت و ندامت سے بَری نہیں ہے۔ اے آخرت کے راہی تیرے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے۔ مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ إِلَّا نَدِمَ قَالُوا وَمَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ ازْدَادَ وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ نَزَعَ۔ (ترمذی)

ترجمہ:۔ کوئی مرنے والا ایسا نہیں جو مر کر پچھتاتا نہ ہو آپؐ سے پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ندامت کیسی جو سب کو ہو۔ فرمایا اگر نیک بخت ہے تو اس کو اس پر ندامت ہوتی ہے۔ کہ نیکی میں زیادتی کیوں نہیں کی اگر بد ہے تو اس پر پچھتاتا ہے کہ وہ برائی سے کیوں نہیں باز آیا — ایسے دن کی ہولناکی کا کیا ٹھکانا ہے کہ اس میں نیکوکار بھی پشیمان ہے اور بدکار بھی۔ بد تو سراپا ندامت و حسرت ہے مگر نیک بھی نیکی کی کمی پر افسوس کناں ہے کہتا ہے کہ ہائے نیکی اور کما لاتا آخرت کو اور بنا لاتا۔

دنیا کس کے لئے ہے

غور کر اے دنیا کے راہرو! کس قدر غافل ہے تُو، اگر اس فانی دنیا کو تُو گھر جانتا ہے اور یہیں رہ بسنے کے سامان کرتا ہے۔ اور اصل گھر آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ دنیا کے ایک ایک پیسہ کو دانت سے پکڑتا ہے جان سے زیادہ عزیز جانتا ہے اور ہر دم زیادتی کی فکر میں رہتا ہے۔ کیا تو یہ سوچنے کا روادار نہیں کہ موت کا کوئی وقت نہیں۔ جب تک تُو زندہ ہے مال کا مالک ہے۔ جب دم نکلا وقت آخر ہُوا مال غیروں کا ہُوا۔ تیری حیثیت ایک خادم سے زیادہ نہیں کہ تُو وارثوں کے لئے جوڑ جوڑ کر مر گیا۔ اور پچھلوں کی خدمت کر گیا کہ ان کو محنت و مشقت سے بےنیاز بنا گیا اور مفت کا لقمہ ان کے منہ میں دے گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا صاف فرمان ہے۔ اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ۔ (احمد)

ترجمہ۔ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور مال اس شخص کا ہے جس کا آخرت میں مال نہیں اور مال وہی جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں۔

یہ در اصل دنیا اور آخرت کی صحیح تعریف اور حقیقی شناخت ہے۔ واقعی جس کو آخرت کی فکر ہو، وہاں کی بھلائی پر نظر ہو۔ اور آخرت کو اصل قرارگاہ اور دنیا کو محض گذرگاہ جانتا ہو وہ دنیا سے دل نہیں لگاتا وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

خالد جاوید شمسی بی۔ اے (علیگ)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا کی تاریخ نے آج تک کوئی مثال ایسی نہیں پیش کی کہ ایک بالکل ناخواندہ آدمی جس کو نہ کہیں غیر معمولی عالمانہ ماحول ملا ہو۔ نہ کوئی خاص تربیت، وہ لکھنا نہیں جانتا، وہ پڑھنا نہیں جانتا جو دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کرکے اپنی معلومات بڑھا سکے۔ اس کے باوجود دنیا کے سامنے ایک فلسفہ زندگی، ایک مکمل نظام حیات پیش کرے۔ جس میں انسان کے لئے پیدائش سے موت تک ایک سوچا سمجھا، بچاتلا، اور بالکل موافق فطرت پروگرام ہو، اور چودہ سو برس کے تجربے میں آ جانے کے بعد تک دنیا اس نظام میں کوئی واقعی سقم، کوئی جھول، اور کوئی خامی نہ نکال سکے۔

اُمّی (خواندہ) ON-LATTERED ہونے کے باوجود اس کی نظر اتنی کائناتی ہو۔ کہ وہ ابتدائے آفرینش سے لے کر رہتی دنیا تک کا ایک ایسا کھانہ پیش کرے جس کی تائید و تصدیق تمام پرانی شہادتیں اور دستاویزیں کریں۔ وہ خود کوئی سائنٹسٹ (SEIENTIST) نہیں، کبھی، اس نے سائنس کا کوئی تجربہ نہیں کیا۔ لیکن اس کے اقوال (REMARKS) کی تصدیق آئندہ زمانے کی تمام علمی تحقیقات کرتی چلی جائیں

پھر وہ سب چیزیں ایک ایسی زبان اور اسلوب میں پیش کرے جس کی فصاحت و بلاغت چیلنج کرتی ہو کہ

"اگر تمہیں تردّد ہو تو اس جیسی ایک لائن ہی بنا کر دکھا دو مددگاروں کو اکٹھا کر لو"

اور اس کا یہ چیلنج پوری دنیا کو مغلوب کر دے، خدا کی وسیع کائنات میں کوئی فرد و بشر کسی زبان میں اس طویل و جامع شہپارہ کے مقابلہ میں ایک لائن پیش کرنے سے قاصر رہے۔ وہ کتاب دنیا کی ساری کتابوں میں اپنی مثال آپ بن جائے اس کی کسی بات میں لاتعداد تنقیدی دور گزر جانے کے باوجود کوئی نقص ثابت نہ ہوا ہو۔ درآں حالیکہ وہ کتاب ایسے زمانے میں ظاہر ہوئی ہو جب کہ انسان نام نہاد ترقی کے دوراہے سے کوسوں دور ہو۔ نہ رسل و رسائل، نہ ایجادات و انکشافات، نہ تجربہ گاہیں، نہ لائبریریاں، نہ "مصر کی روشنی" نہ یونان کا علم و فن"۔ بلکہ ع

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا
زمانے سے پیوند اس کا جدا تھا
جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
نہ کشور ستاں تھا نہ کشور کشا تھا
تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایہ
ترقی کا واں تک قدم تھا نہ آیا

لیکن پھر بھی وہ کتاب اتنی مکمل ہو اور انسانی فطرت کے برعکس نقائص سے اس قدر بالاتر کہ زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ جوں کی توں رہتے ہوئے اس کے اندر کسی قسم کی قدامت کے آثار ابھرنے نہ پائیں۔

آپ نے دنیا کے بڑے بڑے فلاسفہ اور ادباء کے انمول شہپارے دیکھے ہونگے یا ان کے بارے میں سنا ہوگا۔ لیکن جیسے جیسے زبان و بیان اور مذاق زمانہ میں تبدیلی و ترقی رونما ہوئی۔ ان کی قسمت کے ستارے بادلوں میں آ گئے۔ یہاں تک کہ وہ ادب قدیم (CLASSICS) بن کر کتب خانوں کی الماریوں میں محفوظ کر دیے گئے۔ اس کام میں چودہ سو سال کی مدت نہیں لگی صرف تین چار صدیوں میں ان کا عروج و زوال سامنے آ گیا۔ لیکن آپ نے کسی ایسی کتاب کے بارے میں بھی سنا۔ جو چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی قدیم و جدید اسالیب بیان (STYLES) کی ساری وسعتوں کو سمیٹے رہے۔ اس میں نہ تو کوئی لفظ زائد ہو نہ کم، اس کی افادیت (UTILITY) آج بھی اتنی ہی بھرپور ہو جتنی اس زمانے میں جب وہ ظاہر ہوئی تھیں اس میں سب کے سب مقصدی اصول ہوں۔ اور ہر اصول اپنے دور میں حال پر چھایاں اور مستقبل کی خبر دینے والا ہو۔ گویا زمانہ چاہے جتنی ہی ترقی کرے وہ اصول بہرحال ان ترقیوں پر حاوی رہیں گے

کتاب کے بعد اس انسان کی زندگی کو دیکھئے۔ ایک ایسے دور میں پیدا ہونے کے باوجود جب کہ لکھنے کا کاغذ بھی نہ ایجاد ہوا ہو اور پیڑ کے پتے ہی اس کام میں لائے جاتے ہوں۔ ایک ایک ورق اس زندگی کا بالتفصیل محفوظ رہے۔ لغزشوں سے یکسر پاک اور قول و عمل علم و حکمت کا ایک مکمل خزانہ!

ناخواندہ (اُمّی) تو خیر درکنار ایسی مثال تو دنیا کے کسی نابغہ (GENIUS) نے بھی پیش نہیں کی۔ لامحالہ انسانی عقل مجبور ہے۔ کہ اس کتاب کو انسان کے کارناموں سے بالاتر اور خدا کا کارنامہ تسلیم کرے۔ اور مذکورہ سیرت (LIFE) رکھنے والے ایسی کتاب کے حامل انسان کو خدا کا منتخب اور انتہائی پسندیدہ (THE MUST FAVOURITE) انسان مانے۔

در حقیقت اللہ تعالیٰ انسانوں کو یہ باور کرانا چاہتا تھا۔ کہ یہ الہامی کتاب میرا ہی پیغام ہے۔ اور یہ عالمگیر تعلیمات میری ہی تعلیمات ہیں اسی لیے اس کے پرچار کے لئے یہ اعجازی ذریعہ اختیار کیا۔ یعنی ایک اُمّی پر قرآن کریم نازل ہوا۔ تاکہ اس کی صداقت میں کسی کو کلام اور خرد برد کے شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور یقیناً ایک انصاف پسند نکتہ شناس کے لئے اس کے بعد کسی تامل اور کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کی گئی۔ آپ کی نبوت سے قبل کی زندگی ایک فرشتہ کی زندگی ہے۔

آپ کی سچائی اور امانت داری کو دیکھتے ہوئے لوگ آپ کو آمین کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ نے ایک خدا کی عبادت و اطاعت کا پیغام سنانے سے قبل، صفا کی چوٹی پر چڑھ کر اپنی قوم سے یہ سوال کیا۔ کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک زبردست فوج تیار کھڑی ہے۔ کہ تمہیں موقع پاکر لوٹ لے۔ کیا تم میرا یقین کروگے۔ آپ کی پوری قوم نے یک زبان ہوکر جواب دیا تھا۔ کہ آپ ہمیشہ سے سچ بولتے آئے ہیں۔ ہم آپ کا فوراً یقین کرلیں گے

آپ نے انسانوں کو بتایا۔ کہ خداتعالےٰ کا یہی نظام ہدایت ہمیشہ سے رہا ہے۔ جب کبھی قوموں کی بے راہ روی اور گمراہی حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ اور لوگ اپنے خالق، اور اپنے مقصد حیات کو بھول گئے ہیں۔ تو اس نے اپنی تعلیمات سے آراستہ کر کے اسی قوم میں سے راہنما بھیجے ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ میں خدا کا آخری ایلچی ہوں۔ میرے بعد ہدایت کا کام میرے پیرو کریں گے۔ اب کوئی انسان براہ راست آسمانی روشنی لے کر نہ آئے گا۔ اب عالم کے ہر فرد کے لئے میرا لایا ہوا پیغام کفایت کرے گا۔ اب جو کوئی بھی خدا کی دی ہوئی ہدایت حاصل کرنا چاہیے گا۔ صرف میرے ہی واسطے سے کرے گا۔

اس نے انسانوں کو ان کے بھولے ہوئے سبق یاد دلائے ان کو عالم کا مبداء اور انتہا (THE BEGINING AND THE END) بتایا۔ ان کو ازل و ابد (ETERNITY) کی حقیقت بتائی۔ خدا کا مقام اور اس کی شان سمجھائی۔ اور یہ بھی بتایا۔ کہ انسان کے لئے یہ دنیا ایک امتحان گاہ (EXAMINATION HALL) ہے انسان کے پیدا کرنے والے نے بہت سی صلاحیتیں اس کو دے کر یہاں بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ ایک دن عرصہ امتحان ختم ہو جائے گا۔ تمام انسانوں کو جمع کرکے ان کا نتیجہ سنا دیا جائے گا۔ اور خدا کی دی ہوئی صلاحیتوں کے غلط اور صحیح استعمال پر ان کو سزا اور جزا دی جائے گی۔ ۵

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

اس قوم کو جس نے خدا کو پیچھے چھوڑ کر لاکھوں معبود بنا رکھے تھے۔ کہیں آگ کو پوجا جاتا تھا۔ کہیں سورج چاند اور ستاروں کی پرستش ہوتی تھی اور بتوں کا تو ذکر ہی کیا۔ ہر قبیلہ کا الگ الگ بت تھا۔ راہب اور کاہن انسانی عقائد کے اجارہ دار تھے۔ ۵

وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

اس قوم کو اس ہادی نے رخ حقائق سے پردہ اٹھا کر دکھایا۔ بھٹکے ہوئے انسانوں کی پیشانیوں کو لاکھوں معبودوں سے ہٹا کر صرف ایک معبود حقیقی کے آگے سرنگوں کردیا۔ بندوں کا رشتہ خدا سے جوڑ دیا، باطل خداؤں کو ان کے ذہنوں سے محو کردیا۔ اور اس حقیقت کو انکشاف کیا کہ ۵

وہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

آپ نے فرمایا تم ہمیشہ اسی پر بھروسہ کرو۔ اور اسی کے عشق کا دم بھرو اور ۔۔

اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
اسی کی طلب میں مرو گر مرو تم

اور یہ بھی کہا کہ ۵

مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

انسانوں نے اپنی ناسمجھی سے خدا کے بعض برگزیدہ بندوں کے اعمال دیکھ کر ان کو مافوق الانسان (SUPERNATURAL) جان لیا۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی نبی حضرت عیسیٰؑ کو ان کے پیروؤں (FOLLOWERS) نے خدا کا بیٹا سمجھ لیا تھا۔ اور اب تک سمجھے ہوئے ہیں۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمادی کہ تم اوروں کی طرح دھوکا نہ کھانا۔ کسی کو خدا کا بیٹا نہ بنانا مجھے اتنا ہی سمجھنا۔ جتنا کہ فی الواقع میرا رتبہ ہے۔ جس طرح تمام انسان اس ذات واحد کے آگے سرفگندہ ہیں۔ اسی طرح میں بھی ہوں۔ خبردار اگر تم نے مجھے یا میری قبر کو پوجا! بندگی اور بیچارگی میں تم اور میں سب برابر ہیں۔ البتہ ۵

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

آپ نے انسانی اعتقاد کے لئے مندرجہ ذیل باتیں ضروری قرار دیں۔

۱۔ خدا پر ایمان کامل
۲۔ خدا کے تمام فرشتوں پر ایمان کامل
۳۔ خدا کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان کامل۔
۴۔ خدا کے بھیجے ہوئے تمام رسولوں پر ایمان کامل۔
۵۔ عالم کی فنا پر ایمان کامل۔
۶۔ خدا کی مقرر کردہ تقدیر پر ایمان کامل
۷۔ موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان کامل۔

ان عقائد کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں عبادات کا پروگرام ہے۔ جو انسان کی روزمرہ زندگی میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ عبادات کے بعد انسانی زندگی جن جن شعبوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔ ان سب کے بارے میں جچی تلی، اور حکمت آموز تعلیمات آپؐ کے ذریعہ انسانیت کو ملیں جس نے ایک پورے عالم کی کایا پلٹ دی۔ اور آج انسانیت ایک بار اور اسی کایا پلٹ کی خواہاں ہے ان تمام امور کی اصولی تعلیم قرآن پاک میں اور تفصیلات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار اقوال زرین میں جن کو اصطلاحاً حدیث شریف کہا جاتا ہے آپ کو بکھری ہوئی ملیں گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

برکت اللہ انجم۔ کوہاٹ شہر

نماز ذریعۂ نجات ہے

پیارے بھائیو! جیسا کہ اسلام کے پانچ بنیادی اصول کلمہ توحید پڑھنا، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ دینا حج ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا ہیں۔ اور پھر ان پر ہر مسلمان کا ایمان لانا نہایت ضروری ہے اسی طرح ان میں سے ہر ایک پر عمل کرنا بھی ہر مسلمان کا فرض ہے۔ حدیث شریف میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مثال اسلام کو ایک خیمے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جس کے پانچ ستون ہیں۔ پس کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی مانند ہے اور باقی چاروں ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں۔ جو چاروں کونوں پر ہوں۔ اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کیسے قائم ہو جائے گا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو۔ اور چاروں طرف کے کونوں میں سے کوئی بھی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا۔ لیکن جس کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی۔ جس سے خیمہ کے گرنے کا احتمال ہوگا۔

پیارے بھائیو! ذرا غور تو کرو۔ اور سوچو کہ ہم نے اس خیمہ کو کس حد تک سنبھال رکھا ہے۔ اور پھر ذرا یہ بھی تو سوچو کہ اسلام کا وہ کون سا رکن ہے جسے ہم نے پوری طرح سنبھال رکھا ہے۔ یعنی اُسے اچھے طریقے سے ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان ہی پانچ ارکان کو اسلام کی بنیادیں قرار دیا گیا ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ مگر ایمان لانے کے بعد جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ نماز ہے۔ جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جس کو پڑھنے سے انسان کے گناہ ایسے معاف ہو جاتے ہیں جیسے اس نے کبھی کئے ہی نہ ہوں۔ حدیث شریف میں ہے:۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے۔ اور پتے درختوں پر سے گر رہے تھے۔ آپؐ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی۔ اس کے پتے گرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے ابوذرؓ! جب ایک مسلمان بندہ اخلاص سے اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔"

پیارے بھائیو! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اخلاص اور سچے دل سے نماز پڑھنے کا اثر بھی یہی ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ نماز بڑی رحمت ہے اس لئے ہر پریشانی کے وقت ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:۔

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔"

پیارے دوستو! گویا نماز ہی سب مشکلات کا حل ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر قدم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔ اور خود صحابۂ کرام کا بھی یہی حال تھا۔ کہ جب کبھی مصیبت پڑتی تھی۔ تو فوراً نماز کی طرف راغب ہوتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے کہ راستے میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے۔ اونٹ سے اترے۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) پڑھا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے وُہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ (وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ) تلاوت کی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت گھبرانا نہیں چاہئے اور نہ خفا ہونا چاہئے بلکہ رب العزت کا شکریہ ہر حالت میں ادا کرنا چاہئے۔ نماز کتنی قیمتی چیز ہے اس کا اندازہ لگانا بے حد مشکل ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری اُمت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کا حساب کتاب ہوگا۔ اسلام کی علامت نماز ہے۔ دین کا ستون نماز ہے۔ مومن کا نور نماز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف اپنی پوری توجہ فرماتے ہیں۔ اور جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

پیارے دوستو! ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو کسی حالت میں بھی نماز نہیں چھوڑنی چاہئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اسلام میں اس شخص کا کوئی حصّہ نہیں جو نماز نہ پڑھتا ہو۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ نماز دین کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ بدن کے ساتھ سر کا ہونا۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ جو نماز نہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں یا اپنے آپ کو اسلام کا

بہت بڑا مشیر سمجھتے ہیں اور لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں وہ ذرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا غور سے مطالعہ فرمائیں۔ ہمارے یہاں اگر کسی کو معمولی سا زکام بھی ہو جاتا ہے تو وہ عرصہ تک نماز کا منہ بھی نہیں دیکھتا۔

پیارے بھائیو! رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ رکھتی ہے گویا جب کوئی شخص سچے دل اور ثواب کی نیت سے نماز پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے اور مسجد میں جا کر با جماعت پڑھ لے۔ اس میں نہ کچھ مشقت ہے نہ کوئی تکلیف، اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے اور پھر تم خود ہی سوچو کہ کون ایسا شخص ہے جو ایک روپیہ لیتا ہے اور ستائیس روپیہ چھوڑتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ آج کل ہم آرام طلب بن گئے ہیں۔ دین کی ذرا پروا نہیں دنیا کی تجارت میں اگر ایک آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے تو اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے رہتے ہیں۔ آخرت کی تجارت میں ستائیس گنا نفع ہے۔ وہ ہمارے لئے مصیبت بن جاتی ہے۔ مسجد میں نماز پڑھنا دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے بکری کا نقصان بتایا جاتا ہے۔ دکان کے بند کرنے کی بھی تکلیف کہی جاتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہ کی عظمت ہے۔ اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے۔ اس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے اُن کے یہاں یہ فضول عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی پابندی پر انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب الٰہی سے بچنے کے لئے اپنی اُمّت کو متنبہ کیا اور فرمایا۔

ترجمہ:۔ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے۔ (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز ناقص ہوتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے ارشاد ہوا۔ کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔ دوسری حدیث شریف میں ہے

ترجمہ:۔ سراسر ظلم، کفران نعمت اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کی منادی (اذان) سنے اور نماز کو نہ جائے۔

پیارے بھائیو! جہاں تک ہو سکے کوشش کرنی چاہئے کہ نماز باجماعت ادا کی جائے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ نماز بہت ہی جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ یہ بہت ہی بری عادت ہے۔ ایسی نماز قبول ہونے کے بجائے واپس منہ پر ماری جاتی ہے اور اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ البتہ جب آدمی یہ نیت کرے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور پھر اُس کے لئے وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے۔ تو اُس کے لئے لازمی ہے کہ وہ جتنی بھی ہو سکے نہایت سکون قلب سے نماز ادا کرے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کو ہماری نماز کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تو ہمارے تقویٰ اور اخلاص کو دیکھتا ہے۔ پس جس قدر اخلاص اور سچے دل سے ادا کی جائے، اُسی درجہ کی مقبولیت ہوگی۔

آخر میں میں اپنے پروردگار سے یہی دعا کروں گا کہ وہ مجھے اور سارے مسلمانوں کو اسلام کے سچے اصولوں پر ثابت قدمی سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے دلوں میں دین اسلام کی خدمت کرنے کی محبت بھر دے اور ہمیں پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے پڑھنے کی ہمت و استقامت دے کیونکہ نماز ہی دراصل ذریعہ نجات ہے۔

بقیہ اداریہ صفحہ ۴ سے آگے

حقیقت کو کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کہ ان کو قوم کروڑوں روپے دیتی ہے۔ حکومتیں پشت پناہی کرتی ہیں۔ اور ملکہ یا ڈیوک آتے ہیں۔ تو ان سے ملتے ہیں۔ اگر ہم بھی اپنے دیگر ذرائع اور وسائل کے ساتھ ساتھ اپنی حکومت کی سرپرستی اور اقدامات کی خواہش کریں۔ تو آپ کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ علماء حق چاہے وہ نظام العلماء میں ہوں۔ وہ مدارس دینی میں ہوں۔ اور چاہئے دونوں سے باہر ہوں۔ ان کو الحاد و ارتداد کی روک تھام کے سوا شغل تکفیر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور جو اس کام میں مصروف ہیں اور اتحاد و اتفاق کی راہ روکے ہوئے ہیں۔ ان پر علماء حق کا بس نہیں چلتا۔........ علماء کرام اتفاق و اتحاد کے زبانی دعووں سے متفق نہیں۔ صحیح اتفاق و تعاون کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھتے ہیں۔ مگر اگر کوئی نہ کرے تو علماء اہل سنت اپنے طور سے ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ وہ اپنی حکومت کو بھی متوجہ کرینگے امراء اور عوام کو بھی اور جہاں تک ہوسکے علماء کو بھی دینی مقاصد کے لئے زیادہ سے زیادہ قریب کرنے کی سعی کریں گے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق لما یحب و یرضی۔

بندہ کی توبہ سے خدا خوش ہوتا ہے

انسؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ خدا سے توبہ کرتا ہے تو وہ اپنے بندہ کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے اس قدر خوش کہ اتنا خوش تم میں سے وہ شخص بھی نہ ہوگا جو اپنی سواری پر ایک چٹیل میدان میں جا رہا ہو۔ پھر وہ سواری گم ہوگئی ہو۔ اور اُس پر اُس کا کھانا اور پانی بھی ہو اور وہ (کافی تلاش و تجسس کے بعد) نا امید ہو کر ایک درخت کے پاس آیا ہو اور اس کے سایہ میں لیٹ گیا ہو پس وہ اسی مایوسی کی حالت میں خاموش و غمزدہ پڑا ہو۔ کہ اچانک اس کی سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو۔ اس نے اس کی رسی کو پکڑ لیا ہو۔ اور خوشی کی زیادتی کے سبب اس کے منہ سے یہ غلط الفاظ نکل گئے ہوں لے تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں (مسلم)

بچوں کا صفحہ

بدزبانی نہ کرو

محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اصحاب بھی پروانہ وار آپ کے گرد جمع تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے میرے دوستو! اپنے ماں باپ کو گالی نہ دو۔" صحابہ کبارؓ حیران ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بدنصیب کون ہے جو اپنے والدین کو گالی دے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے کسی دوسرے کے والدین کو گالی دی اُس نے گویا اپنے والدین کو گالی دی"۔

صحابہ کبارؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس کی وضاحت فرما دیں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جو پہلے کسی دوسرے کے والدین کو گالی دیتا ہے تو دوسرا شخص جواب میں اس کے والدین کو گالی دیگا اس طرح پہلے شخص نے اپنے والدین کو گالی دلائی گویا اس نے خود اپنے والدین کو گالی دی۔ کیونکہ اگر وہ شخص گالی نہ دیتا تو دوسرا شخص بھی اس کے والدین کو گالی نہ دیتا۔ اس طرح وہ خود اپنے والدین کو گالی دلوانے کا باعث بنا۔ پس ثابت ہؤا کہ کسی کو گالی دینا گویا اسے دعوت دینا ہے کہ تم بھی مجھے گالی دو۔ اس لئے اپنی زبان کو ہر وقت قابو میں رکھنا چاہئے اس کا صحیح استعمال موجب خیر و برکت اور غلط استعمال باعثِ ہلاکت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مجھے دو جبڑوں کے درمیان یعنی زبان کی ضمانت دے مَیں اُسے جنت کی خوشخبری اور بہشت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اسی زبان سے ذِکر وِرد، وظیفہ کیا جاتے تو جنّت ورنہ گالی گلوچ، جھُوٹ، چُغلی دوزخ کا مستحق بنا دیتے ہیں

لقمان حکیم کا کہنا ہے کہ انسانی جسم میں سب سے بہترین حصّہ دل اور زبان ہیں۔ اور سب سے خراب حصّے بھی یہی ہیں۔ کیونکہ اگر یہ ٹھیک ہیں تو تمام جسم ٹھیک ہے اور اگر یہ خراب ہیں تو تمام جسم خراب ہے۔

بچو! گالی آج کل تکیۂ کلام بن چکی ہے۔ تقریباً ہر چھوٹے بڑے مرد اور عورت کے منہ سے گلی، کوچے، دفتر اور بازار میں بے ساختہ گالیاں سُنی جا رہی ہیں۔ بات بات پر ہنسی مذاق بلکہ محبت کے انداز میں گالی کے سوا بات نہیں ہو رہی گویا گالی کے سوا بات ہی نہیں بنتی۔ بڑوں کی دیکھا دیکھی چھوٹے بھی گالی کے بغیر بات نہیں کرتے۔ اور اسی گالی کے نتائج لڑائی اور قتل جیسی خوفناک وارداتوں پر منتج ہوتے ہیں۔

عزیز بچو! آپ خود اندازہ کریں اور مقابلہ کریں کہ بدزبانی اور گالی کے کیا نتائج ہیں اور خاموش رہنے اور زبان کو قابو میں رکھنے کے کتنے فوائد ہیں خداوند کریم نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ "وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ" (یعنی اللہ کے پیارے فضول باتیں نہیں کرتے) اللہ اللہ! یہاں تو فضول اور بے فائدہ بات تک کی ممانعت اور ہم رات دن، صبح و شام اسی بدزبانی اور گالی گلوچ کی وجہ سے متعدد معاشرتی معائب میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

خدام الدین - لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا